سُوْرَۃُ النّٰزِعٰت

سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا رُکُوْعَانِ

سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اس کی چھیالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴

قسم ہے گھسیٹ لانیوالوں کی غوطہ لگاکر اور بند چھڑا دینے والوں کی کھولکر اور تیرنے والوں کی تیزی سے پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۝۶ تَتْبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ۝۷

پھر کام بنانے والوں کی حکم سے جس دن کانپے کانپنے والی اس کے پیچھے آئے دوسری

قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۝۸ اَبْصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۝۹ یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ

کتنے دل اس دن دھڑکتے ہیں ان کی آنکھیں جھک رہی ہیں لوگ کہتے ہیں کیا ہم پھر آئیں گے

فِی الْحَافِرَۃِ ۝۱۰ ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً ۝۱۱ قَالُوْا تِلْکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۝۱۲

الٹے پاؤں کیا جب ہم ہو چکیں ہڈیاں کھوکھری بولے تو تو یہ پھر آنا ہے ٹوٹے کا

فَاِنَّمَا ہِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۝۱۳ فَاِذَا ہُمْ بِالسَّاہِرَۃِ ۝۱۴ ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ۝۱۵

سو وہ تو صرف ایک جھڑکی ہے پھر تبھی وہ آرہیں میدان میں کیا پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی

اِذْ نَادٰىہُ رَبُّہٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۝۱۶ اِذْہَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ

جب پکارا اس کو اسکے رب نے پاک میدان میں جسکا نام طویٰ ہے جا فرعون کے پاس اس نے

طَغٰی ۝۱۷ فَقُلْ ہَلْ لَّکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی ۝۱۸ وَاَہْدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی ۝۱۹

سر اٹھایا پھر کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے اور راہ بتلاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف پھر تجھ کو ڈر ہو

فَاَرٰىہُ الْاٰیَۃَ الْکُبْرٰی ۝۲۰ فَکَذَّبَ وَعَصٰی ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ۝۲۲ فَحَشَرَ

پھر دکھلائی اسکو وہ بڑی نشانی پھر جھٹلایا اُسنے اور نہ مانا پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا پھر سب کو جمع کیا

فَنَادٰی ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ۝۲۴ فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ

پھر پکارا تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر پھر پکڑا اُس کو اللہ نے سزا میں آخرت کی

وَالْاُوْلٰی ۝۲۵ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۝۲۶ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ

اور دنیا کی بیشک اسمیں سوچنے کی جگہ ہے جس کے دل میں ڈر ہے کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا

السَّمَآءُ بَنٰىہَا ۝۲۷ رَفَعَ سَمْکَہَا فَسَوّٰىہَا ۝۲۸ وَاَغْطَشَ لَیْلَہَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىہَا ۝۲۹

آسمان کا اُسنے اسکو بنالیا، اونچا کیا اسکا ابھار پھر اسکو برابر کیا اور اندھیری کی رات اس کی اور کھول نکالی اسکی دھوپ

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰىہَا ۝۳۰ اَخْرَجَ مِنْہَا مَآءَہَا وَمَرْعٰىہَا ۝۳۱ وَالْجِبَالَ

اور زمین کو اس کے پیچھے صاف بچھادیا باہر نکالا زمین سے اسکا پانی اور چارا اور پہاڑوں کو

اَرْسٰىہَا ۝۳۲ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِاَنْعَامِکُمْ ۝۳۳ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی ۝۳۴

قائم کردیا کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے پھر جب آئے وہ بڑا ہنگامہ

یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝۳۵ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۝۳۶ فَاَمَّا مَنْ

جس دن کہ یاد کرے گا آدمی جو اُسنے کمایا اور نکال ظاہر کردیں دوزخ کو جو چاہے دیکھے سو جس نے کی ہو

طَغٰی ۝۳۷ وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝۳۸ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ہِیَ الْمَاْوٰی ۝۳۹ وَاَمَّا مَنْ

شرارت اور بہتر سمجھا ہو دنیا کا جینا سو دوزخ ہی ہے اس کا ٹھکانا اور جو کوئی

خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی ۝۴۰ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی ۝۴۱

ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اس نے جی کو خواہش سے سو بہشت ہی ہے اس کا ٹھکانا

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰىہَا ۝۴۲ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰىہَا ۝۴۳

تجھ سے پوچھتے ہیں وہ گھڑی کب ہوگا قیام اس کا تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے

اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَہٰىہَا ۝۴۴ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىہَا ۝۴۵ کَاَنَّہُمْ یَوْمَ

تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اس کی تو تو ڈر سنانے کے واسطے ہے اسکو جو اس سے ڈرتا ہے ایسا لگے گا جس دن

یَرَوْنَہَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰىہَا ۝۴۶

دیکھیں گے اسکو کہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں مگر ایک شام یا صبح اس کی

خلاصۂ تفسیر

قسم ہے اُن فرشتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو (مسلمانوں کی روح آسانی سے نکالتے ہیں گویا اُن کا) بند کھول دیتے ہیں اور جو (روحوں کو لیکر زمین سے آسمان کیطرف اس طرح سرعت وسہولت سے چلتے ہیں جیسے گویا) تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر (جب روحوں کو لیکر پہنچتے ہیں تو ان ارواح کے باب میں جو

خدا کا حکم ہوتا ہے اسکے امتثال کے لئے) تیزی کیساتھ دوڑتے ہیں پھر (ان ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عقاب کا دونوں امروں میں سے) ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں (ان سب کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ) قیامت ضرور آوے گی جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (مراد نفخۂ اولیٰ ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجاوے گی (مراد نفخۂ ثانیہ ہے) بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہونگے ان کی آنکھیں (مارے ندامت کے) جھک رہی ہونگی (مگر یہ لوگ قیامت کا انکار کر رہے ہیں اور) کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہونگے (پہلی حالت سے مراد حیات قبل الممات یعنی کیا بعد الموت پھر حیاتِ ثانیہ ہوگی؟ مقصود استبعاد ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے) کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاوینگے پھر (حیات کی طرف) واپس ہونگے (مقصود استصعاب ہے کہ یہ سخت دشوار ہے) کہنے لگے کہ (اگر ایسا ہوا تو) اس صورت میں یہ واپسی (ہمارے لئے) بڑے خسارہ کی ہوگی (کیونکہ ہم نے تو اسکے لئے کچھ سامان نہیں کیا، مقصود اس سے تمسخر تھا اہل حق کے اس عقیدہ کے ساتھ، یعنی ان کے عقیدہ پر ہم بڑے خسارہ میں ہوں گے جیسے کوئی شخص کسی کو خیر خواہی سے ڈرائے کہ اس راہ مت جانا شیر لے گا اور مخاطب تکذیب کے طور پر کسی سے کہے کہ بھائی اُدھر مت جانا شیر کھا جاوے گا مطلب یہ کہ وہاں شیر ویر کچھ بھی نہیں ہے۔ آگے استبعاد و استصعاب مذکور کا رد ہے کہ یہ لوگ جو قیامت کو بعید اور مشکل کہتے ہیں) تو (یہ سمجھ رکھیں کہ ہم کو کچھ مشکل نہیں بلکہ) وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہونگے (آگے مکذبین کی تخویف اور تکذیب پر آپکی تسلی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کیساتھ بیان کیا جاتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ) کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ پہنچا ہے جبکہ اُن کو انکے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں (یہ اسکا نام ہے) پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے سو اس سے (جاکر) کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جاوے، اور (تیری درستی کی غرض سے) میں تجھ کو تیرے رب کی طرف (ذات و صفات کی) رہنمائی کروں تو تو (ذات و صفات کو سُن کر اس سے) ڈرنے لگے (اور اس ڈر سے درستی ہو جاوے، غرض یہ حکم سُن کر موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس گئے اور جاکر پیغام ادا کیا) پھر (جب اس نے دلیل نبوت طلب کی تو) اس کو بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی (مراد معجزۂ عصا ہے یا بارادہ جنس مجموعہ عصا و ید بیضا ہے) تو اس (فرعون) نے (ان کو) جھٹلایا اور (ان کا) کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ علیہ السلام سے) جُدا ہو کر (انکے خلاف) کوشش کرنے لگا اور (لوگوں کو) جمع کیا پھر (ان کے سامنے) باآوازِ بلند تقریر کی اور کہا کہ میں تمہارا ربِّ اعلیٰ ہوں (اعلیٰ قید واقعی کے طور پر کہا پس اصل مقصود انا ربکم ہے اور اعلیٰ صفتِ مادحہ بڑھا دی اور احترازی نہیں جس سے غیر اعلیٰ دوسرے رب کا ثبوت ہو) سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا۔ (دنیوی عذاب تو غرق ہے اور اُخروی عذاب حُرق یعنی جلنا ہے) بیشک اس (واقعہ) میں ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے، (آگے قیامت کو بعید یا مشکل سمجھنے کا عقلی جواب ہے یعنی) بھلا تمہارا (دوسری بار) پیدا کرنا (فی نفسہ) زیادہ سخت ہے یا آسمان کا (اور فی نفسہ اسلئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نسبت

سے تو سب مساوی ہیں اور ظاہر ہے کہ آسمان ہی کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے، پھر جب اس کو پیدا کر دیا تو تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے، آگے آسمان کے پیدا کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ) اللہ نے اسکو بنایا (اس طرح سے کہ) اسکی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا (کہ کہیں اس میں شقوق و فطور، پھٹا ہوا یا جوڑ پیوند تو نہیں) اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اسکے دن کو ظاہر کیا (رات اور دن کو آسمان کیطرف اسلئے منسوب کیا کہ رات اور دن آفتاب کے طلوع اور غروب سے ہوتے ہیں اور آفتاب آسمان سے متعلق ہے) اور اُسکے بعد زمین کو بچھایا (اور بچھا کر) اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کر دیا تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کے لئے (اصل استدلال خلقِ سماء سے تھا مگر زمین کا ذکر شاید اسلئے کر دیا کہ اسکے احوال ہر وقت پیشِ نظر ہیں اور گو سماء کے برابر نہ سہی لیکن فی نفسہٖ انسان کی تخلیق سے زمین کی تخلیق بھی اشد ہے پس حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ جب ایسی ایسی چیزیں ہمنے بنا دیں تو تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے آگے بعث کے بعد جو واقعات مجازاۃ کے متعلق ہونگے اُن کی تفصیل ہے یعنی قیامت کا امکان اور صحت وقوع تو ثابت ہو گیا) سو جب وہ بڑا ہنگامہ آویگا یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کریگا اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کیجاوے گی تو (اُس روز یہ حالت ہوگی کہ) جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر اس پر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اُسکا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا (کہ قیامت اور آخرت اور حساب کتاب پر اسکا ایمان مکمل ہو) اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا (یعنی اعتقاد صحیح کے ساتھ عمل صالح بھی کیا) ہوگا سو جنت اسکا ٹھکانا ہوگا (اور عمل صالح طریق جنت ہے موقوف علیہ نہیں، چونکہ کفار بقصد انکار قیامت کے اسکا وقت پوچھا کرتے تھے آگے اسکا جواب ہے یعنی) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا (سو) اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق (کیونکہ بیان کا موقوف علیہ علم ہے اور قیامت کا معین وقت ہم نے کسی کو بتلایا نہیں بلکہ) اس (کے علم کی تعیین) کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے (اور) آپ تو صرف (اخبار اجمالی سے) ایسے شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو (اور ڈر کر ایمان لانے والا ہو اور یہ لوگ جو جلدی مچا رہے ہیں تو سمجھ لیں کہ) جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو (اُن کو) ایسا معلوم ہوگا کہ گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اسکے اول حصہ میں رہے ہیں (بس یعنی دنیا کی مدت طویلہ قصیر معلوم ہوگی اور سمجھیں گے کہ عذاب بڑی جلدی آگیا جس کی یہ استدعا کرتے ہیں حاصل یہ کہ جلد بازی کیوں کرتے ہو وقوع کے وقت اسکو ہی سمجھو گے کہ بڑی جلد ہو گیا جس دیر کو اب دیر سمجھ رہے ہو یہ دیر معلوم نہ ہوگی)

معارف و مسائل

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا، نازعات، نزع سے مشتق ہے جس کے معنے کسی چیز کو کھینچ کر نکالنے کے آتے ہیں، اور غرقاً اس کی تاکید ہے کیونکہ غرق اور اغراق کے معنے کسی کام میں پوری قوت شدت خرچ کرنے کے ہیں۔ محاورہ

میں کہا جاتا ہے اغرق النازع فی القوس یعنی کمان کھینچنے والے نے اسکے کھینچنے میں اپنی پوری قوت خرچ کردی اس سُورۃ کے شروع میں ملائکہ کی چند صفات اور حالات بیان کرکے انکی قسم کھائی گئی ہے اور جواب قسم بدلالتِ حال حذف کردیا گیا، مراد اس سے قیامت اور حشر و نشر کا یقیناً واقع ہونا ہے۔ فرشتوں کی قسم شاید اس مناسبت سے کھائی گئی ہے کہ اگرچہ فرشتے اسوقت بھی تمام عالم کے نظم و نسق میں دخل رکھتے اور اپنی اپنی خدمت بجالاتے ہیں لیکن قیامت کے وقت اسباب مادیہ کے سب رشتے ٹوٹ جائینگے غیر معمولی حالات و واقعات پیش آوینگے، ان واقعات میں فرشتے ہی کام کریں گے۔

فرشتوں کی اس جگہ پانچ صفات وہ بیان کی گئی ہیں جن کا تعلق انسان کی موت اور نزع رُوح سے ہے مقصد تو قیامت کا حق ہونا بیان کرنا ہے، شروع اسکا انسان کی موت سے کیا گیا کہ ہر انسان کی موت خود اسکے لئے ایک جزوی قیامت ہے اور قیامت کے اعتقاد میں اسکا بڑا دخل ہے۔ ان پانچ صفات میں سے پہلی صفت النّٰزِعٰتِ غَرْقًا، یعنی سختی کے ساتھ کھینچکر نکالنے والے، مراد اس سے وہ عذاب کے فرشتے ہیں جو کافر کی رُوح سختی کے ساتھ نکالتے ہیں، مراد اس سختی سے روحانی سختی اور تکلیف ہے یہ ضروری نہیں کہ دیکھنے والوں کو بھی اس سختی کا احساس ہو اسی لئے بسا اوقات یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کافر کی رُوح بظاہر آسانی سے نکلتی ہے مگر یہ آسانی ہمارے دیکھنے میں ہے جو سختی اُس کی رُوح پر ہو رہی ہے اس کو کون دیکھ سکتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی خبر دینے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس جملے میں یہ خبر دیدی گئی ہے کہ کفار کی روح کو کھینچکر سختی سے نکالا جاتا ہے۔

دوسری صفت ہے وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا، ناشطات نشط سے مشتق ہے جس کے معنے بندھن کھولدینے کے ہیں جس چیز میں پانی یا ہوا وغیرہ بھری ہوں اسکا بندھن کھولدینے سے وہ پانی وغیرہ آسانی کیساتھ نکل جاتا ہے اسمیں مومن کی روح نکلنے کو اس سے تشبیہ دیکر بتلایا ہے کہ جو فرشتے مومن کی قبض روح پر مقرر ہیں وہ آسانی سے اُس کو قبض کرتے ہیں شدت نہیں کرتے، یہاں بھی آسانی سے روحانی مراد ہے جسمانی نہیں اس لئے کسی مسلمان بلکہ مرد صالح کو بوقت موت نزع روح میں دیر لگنے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس پر سختی ہو رہی ہے اگرچہ جسمانی طور پر یہ سختی دیکھی جاتی ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ کافر کو نزع روح کے وقت ہی سے برزخ کا عذاب سامنے آجاتا ہے اسکی روح اس سے گھبرا کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے، فرشتے کھینچکر نکالتے ہیں، اور مومن کی روح کے سامنے عالم برزخ کا ثواب، نعمتیں اور بشارتیں آتی ہیں تو اُس کی رُوح تیزی سے ان کی طرف جانا چاہتی ہے۔

تیسری صفت فرشتوں کی وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ہے سَبْح کے لغوی معنی تیرنے کے آتے ہیں، مراد اس جگہ تیزی سے چلنا ہے جیسے دریا میں کوئی آڑ پہاڑ نہیں ہوتا، تیرنے والا یا کشتی وغیرہ میں چلنے والا سیدھا اپنی منزل مقصود کی طرف جاتا ہے فرشتوں کی یہ صفت کہ تیز جانے والے ہیں یہ بھی ملائکہ موت سے متعلق ہے کہ انسان کی روح قبض کرنے کے بعد اس کو تیزی سے آسمان کیطرف لیجاتے ہیں۔

چوتھی صفت فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ہے مراد یہ ہے کہ پھر یہ روح جو فرشتوں کے قبضہ میں ہے اس کو اسکے اچھے یا بُرے ٹھکانے پر پہنچانے میں سبقت اور عجلت سے کام لیتے ہیں۔ مومن کی روح کو جنت کی ہواؤں اور

نعمتوں کی جگہ میں اور کافر کی روح کو دوزخ کی ہواؤں اور عذابوں کی جگہ میں پہنچا دیتے ہیں۔

پانچویں صفت فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ہے۔ امر الٰہی کی تدبیر و تنفیذ کرنے والے یعنی ان ملائکہ موت کا آخری کام یہ ہوگا کہ جس روح کو ثواب اور راحت دینے کا حکم ہوگا اسکے لئے راحت کے سامان جمع کردیں اور جس کو عذاب اور تکلیف میں ڈالنے کا حکم ہوگا اسکے لئے اسکا انتظام کردیں۔

قبر میں ثواب و عذاب

موت کے وقت فرشتوں کا آنا اور انسان کی روح قبض کرکے آسمان کیطرف لیجانا پھر اسکے اچھے یا بُرے ٹھکانے پر جلدی سے پہنچا دینا اور وہاں ثواب یا عذاب، تکلیف یا راحت کے انتظامات کردینا ان آیاتِ مذکورہ سے ثابت ہوگیا۔ یہ عذاب و ثواب قبر یعنی برزخ میں ہوگا۔ حشر کا عذاب و ثواب اس کے بعد ہے احادیث صحیحہ میں اسکی بڑی تفصیلات مذکور ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ کی ایک طویل حدیث مشکوٰۃ میں بحوالہ مسند احمد مذکور ہے۔

نفس اور روح کے متعلق حضرت قاضی ثناء اللہ رہ کی تحقیق مفید

تفسیر مظہری کے حوالہ سے نفس و روح کی حقیقت پر کچھ کلام سورۂ حجر کی آیت ۲۹ کے تحت گزر چکا ہے۔ اسی سلسلے کی مزید تحقیق و توضیح بہت دقیق حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ نے اس جگہ تحریر فرمائی ہے جس سے بہت سے اشکالات حل ہوجاتے ہیں وہ یہ ہے کہ حدیث مذکور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نفس انسانی ایک جسم لطیف ہے جو اسکے جسم کثیف کے اندر سمایا ہوا ہے اور وہ انہیں مادی عناصر اربعہ سے بنا ہے۔ فلاسفہ اور اطباء اسی کو روح کہتے ہیں مگر در حقیقت رُوح انسانی ایک جوہر مجرد اور لطیفۂ ربانی ہے جو اس طبعی رُوح یعنی نفس کیساتھ ایک خاص تعلق رکھتا ہے اور طبعی رُوح یعنی نفس کی حیات خود اس لطیفہ ربانی پر موقوف ہے گویا اس کو روح الروح کہہ سکتے ہیں کہ جسم کی زندگی نفس سے ہے اور نفس کی زندگی اس روح سے وابستہ ہے اس روح مجرد اور لطیفہ ربانیہ کا تعلق اسی جسم لطیف یعنی نفس کیساتھ کیا اور کس طرح کا ہے اس کی حقیقت کا علم انکے پیدا کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں، اور یہ جسم لطیف جسکا نام نفس ہے اسکو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک آئینہ کی مثال بنایا ہے جو آفتاب کے بالمقابل رکھدیا گیا ہو تو آفتاب کی روشنی اسمیں ایسی آجاتی ہے کہ یہ خود آفتاب کی طرح روشنی پھیلاتا ہے نفس انسانی اگر تعلیم وحی کیمطابق ریاضت و محنت کرلیتا ہے تو وہ بھی منوّر ہوجاتا ہے ورنہ وہ جسم کثیف کے خراب اثرات میں ملوث ہوتا ہے یہی جسم لطیف ہے جس کو فرشتے اوپر لیجاتے ہیں اور پھر اعزاز کے ساتھ نیچے لاتے ہیں جبکہ وہ منوّر ہوچکا ہو، ورنہ آسمان کے دروازے اسکے لئے نہیں کھلتے، اوپر ہی سے نیچے پٹخ دیا جاتا ہے۔ یہی جسم لطیف ہے جس کے بارے میں حدیث مذکور میں ہے کہ ہم نے اسکو زمین کی مٹی سے پیدا کیا، پھر اسمیں لوٹائیں گے پھر اسی سے دوبارہ پیدا کریں گے یہی جسم لطیف اعمالِ صالحہ سے منوّر اور خوشبودار بنجاتا ہے اور کفر و شرک سے بدبودار ہوجاتا ہے۔ باقی روح مجرد اسکا تعلق جسم کثیف کے ساتھ بواسطہ جسم لطیف یعنی نفس کے ہوتا ہے اُس پر موت طاری نہیں ہوتی، قبر کا عذاب و ثواب بھی اسی جسم لطیف یعنی نفس سے وابستہ ہے اور اس نفس کا تعلق قبر سے ہی رہتا ہے اور روح مجرد علّیین میں ہوتی ہے

اور روح مجرد اسکے ثواب عذاب سے بالواسطہ متاثر ہوتی ہے، اس طرح روح کا قبر میں ہونا بمعنے نفس کے صحیح ہے اور اسکا عالم ارواح یا علیین میں رہنا بمعنے روح مجرد صحیح ہے اس سے ان روایات مختلفہ کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے، واللہ اعلم۔ آگے قیامت کے وقوع اور اسمیں پہلے نفخ صور سے سارے عالم کی فنا پھر دوسرے سے سارے عالم کی دوبارہ ایجاد اور اس پر کفار کے شبہ استبعاد کا جواب مذکور ہے اس کے آخر میں فرمایا فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ساہرہ سطح زمین کو کہا جاتا ہے۔ قیامت میں جو زمین دوبارہ پیدا کی جاوے گی وہ پوری ایک سطح مستوی ہوگی۔ اسمیں آڑ پہاڑ عمارت یا غار نہیں ہوگا، اسی کو ساہرہ کہا گیا ہے، اسکے بعد کفار منکرین قیامت کی ضد اور عناد سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچتی تھی اسکا ازالہ فرعون اور حضرت موسٰی علیہ السلام کا قصہ بیان کرکے کیا گیا ہے کہ مخالفین سے ایسی ایذائیں کچھ آپکے لئے مخصوص نہیں، انبیاء سابقین کو بھی بڑی بڑی ایذائیں ان سے پہنچی ہیں، انھوں نے صبر کیا، آپ بھی صبر سے کام لیں۔

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى، نکال ایسے عذاب کو کہا جاتا ہے جس کو دیکھ کر دوسروں کو عبرت ہو اور سہم جائیں، نکالِ آخرت فرعون کے لئے آخرت کا عذاب ہے، اور نکال اولیٰ سے مراد وہ عذاب ہے جو دنیا میں اس کی پوری قوم کے غرق دریا ہو جانے سے ان کو پہنچا۔ آگے پھر منکرین حشر و نشر کے اس استبعاد اور شبہ کا ازالہ ہے کہ مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد کیسے دوبارہ زندہ کئے جاویں گے، اسمیں حق تعالیٰ نے آسمان زمین اور انکے اندر پیدا کی ہوئی عظیم مخلوقات کا ذکر کرکے انسان غافل کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ جس ذات نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو ابتدائی وجود بغیر کسی مادہ و آلہ کے عطا فرمایا وہ اگر ان کو نیست و نابود کرنے کے بعد دوبارہ وجود عطا فرمادے تو تمھارے تعجب کا کیا مقام ہے۔ آگے پھر روز قیامت کی شدت اور اس روز ہر شخص کے اعمال کا سامنے آجانا اور اہل جنت اور اہل جہنم کے دونوں ٹھکانوں کا بیان اور آخر میں اہل جنت اور اہل دوزخ کی خاص خاص علامات کا بیان ہے جس سے ایک انسان دنیا ہی میں یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ضابطہ سے میرا ٹھکانا جنت میں ہے یا دوزخ میں، ضابطہ اس لئے کہا گیا ہے کہ کسی کی شفاعت یا بلا واسطہ حق تعالیٰ کی رحمت سے کسی جہنمی کو اس سے آزاد کرکے جنت میں پہنچا دینا جیسا کہ بہت سی آیات و روایات حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں وہ ایک استثنائی حکم ہے اور اصل ضابطہ جنت یا دوزخ میں ٹھکانے کا وہی ہے جو ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔

پہلے اہل جہنم کی خاص علامات بیان کی گئی وہ دو ہیں فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا، اول طغیان یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے احکام کی پابندی کے بجائے سرکشی کرنا، دوسرے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینا۔ یعنی جب ایسا کوئی کام سامنے آئے کہ اسکے اختیار کرنے سے دنیا میں تو آرام یا لذت ملتی ہے مگر آخرت میں اسپر عذاب مقرر ہے اسوقت وہ دنیا کی لذت کو ترجیح دے کر آخرت کی فکر کو نظر انداز کر دے۔ جو شخص دنیا میں ان دو بلاؤں میں مبتلا ہے اس کے لئے فرمادیا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى، یعنی جہنم ہی اسکا ٹھکانا ہے، اسکے بعد اہل جنت کی اسی طرح دو علامتیں بتلائی ہیں وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى،

اول یہ کہ جس شخص کو دنیا میں اپنے ہر عمل ہر کام کے وقت یہ خوف لگا رہا کہ مجھے ایک روز حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر ان اعمال کا حساب دینا ہوگا، دوسرے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا، ناجائز خواہشوں سے اسکو روک دیا، جس نے دنیا میں یہ دو وصف حاصل کر لئے قرآن کریم نے اسکو یہ خوشخبری دیدی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى یعنی جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

مخالفت نفس کے تین درجے آیت مذکورہ میں جنت کے ٹھکانے کی دو شرطیں بتلائی ہیں اور غور کیا جائے تو وہ نتیجہ کے اعتبار سے ایک ہی ہے، کیونکہ پہلی شرط خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہی کا خوف ہے۔ دوسری شرط نفس کو ہوٰی سے روکنا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کا خوف ہی نفس کو اتباع ہوٰی سے روکنے والی چیز ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ مخالفت ہوٰی کے تین درجے ہیں۔

اول درجہ تو یہ ہے کہ آدمی ان عقائد باطلہ سے بچ جائے جو ظاہر نصوص اور اجماع سلف کے خلاف ہوں، اس درجہ میں پہنچکر وہ سُنّی مسلمان کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

متوسط درجہ یہ ہے کہ وہ کسی معصیت اور گناہ کا ارادہ کرے پھر اس کو یہ بات یاد آجائے کہ مجھے اللہ کے سامنے حساب دینا ہے اس خیال کی بنا پر گناہ کو ترک کر دے۔ اسی متوسط درجہ کا تکملہ یہ ہے کہ آدمی شبہات سے بھی پرہیز کرے اور جس مباح و جائز کام میں مشغول ہونے سے کسی ناجائز کام میں مبتلا ہو جانیکا خطرہ ہو ایسے جائز کام کو بھی ترک کر دے، جیسا کہ حضرت نعمانؓ بن بشیر کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مشتبہات سے پرہیز کر لیا اسنے اپنی آبرو اور دین کو بچا لیا اور جو شخص مشتبہات میں مبتلا ہو گیا وہ بالآخر محرمات میں مبتلا ہو جائیگا، مراد مشتبہات سے وہ کام ہیں جنمیں جائز و ناجائز ہونیکے دونوں احتمال ہوں، یعنی عمل کرنے والے کو یہ شبہ ہو کہ میرے لئے یہ کام جائز ہے یا ناجائز، مثلاً ایک شخص بیمار ہے وضو کرنے پر قادر تو ہے اور اسکا یقین پورا نہیں کہ میرے لئے وضو کرنا اس حالت میں مضر ہی ہے تو تیمم کا جواز اور عدم جواز مشتبہ ہو گیا اسی طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھ تو سکتا ہے مگر مشقت بہت زیادہ ہے اسکی وجہ سے یہ اشتباہ ہو گیا کہ بیٹھ کر نماز میرے لئے درست ہو یا نہیں ایسے مواقع میں مشتبہ چیز کو چھوڑ کر یقینی جواز کو اختیار کرنا التقویٰ ہے اور مخالفت کا متوسط درجہ یہی ہے۔

مکائدِ نفس نفس کی مخالفت ان چیزوں میں جو صریح طور سے گناہ اور سیئات ہیں یہ تو اگر کوئی کوشش کرے تو باختیار خود بھی اسمیں کامیابی ہو جاتی ہے لیکن ایک ہوائے نفس وہ ہے جو عبادات اور اعمال حسنہ میں شامل ہو جاتی ہے، ریاء و نمود، خود پسندی، یہ ایسے دقیق گناہ اور شدید ہوائے نفس ہیں جس میں انسان اکثر خود بھی دھوکا کھاتا ہے اپنے عمل کو درست و صحیح سمجھتا رہتا ہے اور یہی وہ ہوائے نفس ہے جسکی مخالفت سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ضروری ہے، مگر اس سے بچنے کا صحیح علاج اور مجرب نسخہ اسکے سوا نہیں کہ انسان کوئی ایسا شیخ کامل تلاش کرے جو کسی ایسے شیخ کی خدمت میں رہ کر مجاہدات کرکے عیوبِ نفس اور انکے معالجہ سے واقف ہوا ہو اپنے آپکو اسکے حوالے کر دے اور اسکے مشورہ پر عمل کرے۔

شیخ امام حضرت یعقوب کرخی رح فرماتے ہیں کہ میں اپنی ابتدائی عمر میں نجار تھا (لکڑی کا کام کرتا تھا) میں نے اپنے نفس میں سستی اور باطن میں ایک قسم کی ظلمت محسوس کی تو ارادہ کیا کہ چند روز روزے رکھوں تاکہ یہ ظلمت اور سستی دور ہو جائے، اتفاقاً اسی روزے کی حالت میں ایک روز میں شیخ اجل امام بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، شیخ نے مہمانوں کے لئے کھانا منگایا اور مجھے بھی کھانے کا حکم دیا اور فرمایا بہت برا بندہ ہے جو اپنی ہوائے نفسانی کا بندہ ہو جو اسکو گمراہ کرے اور فرمایا کہ کھانا کھا لینا اس روزے سے بہتر ہے جو ہوائے نفسانی کے ساتھ ہو، اسوقت مجھے احساس ہوا کہ میرا نفس عجب و خود پسندی کا شکار ہو رہا تھا جس کو شیخ نے محسوس کیا اور مجھے ثابت ہو گیا کہ ذکر و شغل اور نفلی عبادات میں کسی شیخ کامل کی اجازت و ہدایت درکار ہے کیونکہ وہ مکائدِ نفس سے واقف ہوتا ہے جس نفلی عمل میں کوئی نفس کا کید ہوگا اسی سے روکدیگا، اس وقت میں نے حضرت شیخ نقشبند قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضرت اگر ایسا شیخ جس کو اصطلاح میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہا جاتا ہے کسی کو میسر نہ ہو تو وہ کیا کرے، شیخ نے فرمایا کہ اس کو چاہئے کہ استغفار کی کثرت کرے اور ہر نماز کے بعد بیس مرتبہ استغفار کرنے کی پابندی کرے تاکہ پانچ وقت سو مرتبہ استغفار ہو جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات میں اپنے قلب میں کدورت محسوس کرتا ہوں اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار یعنی طلب مغفرت کرتا ہوں۔

تیسرا اعلیٰ درجہ مخالفت ہوائے نفسانی کا یہ ہے کہ کثرتِ ذکر اور مجاہدات و ریاضات کے ذریعہ اپنے نفس کو ایسا مزکّٰی بنالے کہ اسمیں وہ ہوائے نفسانی باقی ہی نہ رہے جو انسان کو شر کی طرف کھینچتی ہے یہ مقام ولایتِ خاصّہ کا مقام ہے اور اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہا جاتا ہے، یہی لوگ قرآن کی اس آیت کے مصداق ہیں جو شیطان کو مخاطب کرکے کہی گئی ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ، یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکے گا، اور یہی مصداق ہیں اس حدیث کے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ہَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ، یعنی تم میں کوئی شخص اسوقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفسانی میری تعلیمات کے تابع نہ ہو جائیں (اللہم ارزقنا بفضلک وکرمک)

آخر سورت میں کفار کے اس معاندانہ سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی معین تاریخ اور وقت بتلانے پر اصرار کرتے تھے حاصل جواب یہ ہے کہ اسکو حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے صرف اپنی ذات کیلئے مخصوص رکھا ہے اسکی اطلاع کسی فرشتے یا رسول کو بھی نہیں دی گئی ہے اسلئے یہ مطالبہ لغو ہے۔

تمت سورۃ النازعات الحمد للہ ۶ ر شعبان ۱۳۹۱ھ دوشنبہ

سُوْرَۃُ عَبَسَ

سُوْرَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ اِثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا رُکُوْعٌ وَّاحِدٌ وَّکَذَا الخ

سورۃ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع اور اسی طرح آخر تک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی (۱) اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی (۲) وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰٓی (۳) اَوْ
تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا یا

یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی (۴) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (۵) فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی (۶) وَ
سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھانا وہ جو پروا نہیں کرتا سو تو اس کی فکر میں ہے اور

مَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی (۷) وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی (۸) وَہُوَ یَخْشٰی (۹) فَاَنْتَ
تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ نہیں درست ہوتا اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا اور وہ ڈرتا ہے سو تو

عَنْہُ تَلَہّٰی (۱۰) کَلَّآ اِنَّہَا تَذْکِرَۃٌ (۱۱) فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ (۱۲) فِیْ صُحُفٍ
اس سے تغافل کرتا ہے یوں نہیں یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے لکھا ہے عزت کے

مُّکَرَّمَۃٍ (۱۳) مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍ (۱۴) بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ (۱۵) کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ (۱۶)
ورقوں میں اونچے رکھے ہوئے نہایت ستھرے ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ (۱۷) مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ (۱۸) مِنْ نُّطْفَۃٍ
مارا جائیو آدمی کیسا ناشکر ہے کس چیز سے بنایا اس کو ایک بوند سے

خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ (۱۹) ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ (۲۰) ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ (۲۱) ثُمَّ اِذَا
بنایا اس کو پھر اندازہ پر رکھا اسکو پھر راہ آسان کر دی اسکو پھر اسکو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوا دیا اسکو پھر جب

شَآءَ اَنْشَرَہٗ (۲۲) کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ (۲۳) فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی
چاہا اٹھا نکالا اس کو ہرگز نہیں پورا نہ کیا جو اس کو فرمایا اب دیکھ لے آدمی اپنے

وقف لازم